تاریخِ اسلامی میں جھوٹے راویوں کا کردار اور تدوینِ جدید کی ضرورت

(۲/۱)

از: مفتی ابوالخیر عارف محمود
استاذ ورفیق شعبۂ تصنیف وتالیف جامعہ فاروقیہ، کراچی

تاریخ کالغوی مفہوم

لغت میں ''تاریخ'' وقت سے آگاہ کرنے (کسی چیز کے واقع ہونے کاوقت بتانے) کو کہتے ہیں۔(۱)

اہل لغت کہتے ہیں کہ أرَّختُ الکتابَ: میں نے لکھنے کاوقت ظاہر کیا۔علامہ اسماعیل بن حماد الجوہری (المتوفی ۳۹۳ھ) فرماتے ہیں کہ ''تاریخ اورتوریخ'' دونوں کے معنی وقت سے آگاہ کرنا ہیں؛ چناں چہ اس کے لیے ''أرَّختُ'' بھی کہا جاتا ہے اور ''وَرَّختُ'' بھی۔(۲)

بعض اہل لغت کہتے ہیں کہ تاریخ ''أرخ'' (بضم الهمزة و کسرها) سے مشتق ہے، اُرخ وحشی گائے (نیل گائے) کے مادہ بچہ کو کہتے ہیں، اوراس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ جس طرح بچہ نومولود ہوتا ہے، اسی طرح تاریخ بھی ایک نو ایجاد شئے ہے۔(۳)

تاریخ کا اصطلاحی مفہوم

تاریخ کی اصطلاحی تعریف میں بڑی بڑی موشگافیاں کی گئی ہیں، یہاں بعض کا تذکرہ کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔

۱۔اصطلاح میں تاریخ اس وقت کے بتانے کا نام ہے جس سے راویوں اورائمہ کے سارے احوال وابستہ ہوتے ہیں، یعنی ان کی ولادت، وفات، ان کی صحت وعقل، طلبِ علم کے لیے سفر، ان کا حج، ان کا حافظہ، ضبط، واتقان، ان کا عادل ہونا، قابلِ جرح ہونا وغیرہ وغیرہ تمام باتیں جن کا تعلق ان کے احوال کے چھان بین سے ہو۔

۲۔یا اصطلاح میں تاریخ اس علم کو کہتے ہیں جس کے ذریعہ بادشاہوں، فاتحوں اورمشاہیر

کے احوال، گزرے ہوئے زمانہ کے بڑے اور عظیم الشان واقعات وحوادث، زمانۂ گزشتہ کی معاشرت، تمدن اور اخلاق وغیرہ سے واقفیت حاصل کی جاسکے۔

۳۔ بعض حضرات نے کہا کہ پھر اس مفہوم کو وسعت دے کر وہ سارے امور بھی اس سے ملحق کردیے گئے جو بڑے واقعات وحوادث سے متعلق ہوں، جنگوں، امورِ سلطنت، تہذیب وتمدن، حکومتوں کے قیام، عروج وزوال، رفاہِ عامہ کے کاموں کی حکایت (وغیرہ) کو بھی تاریخ کہا گیا ہے۔

خلاصہ اور نتیجہ ان تمام اقوال کا یوں بیان کیا جاسکتا ہے کہ جو حالات وواقعات بقیدِ وقت لکھے جاتے ہیں، ان کو تاریخ کہتے ہیں۔(۴)

تاریخ کی ضرورت وفوائد

تاریخ سے گزشتہ اقوام کے عروج وزوال، تعمیر وتخریب کے احوال معلوم ہوتے ہیں، جس سے آئندہ نسلوں کے لیے کافی عبرت کا سامان میسر آتا ہے، حوصلہ بلند ہوتا ہے، دانائی وبصیرت حاصل ہوتی ہے اور دل ودماغ میں تازگی ونشونما کی کیفیت پیدا ہوجاتی ہے، غرض تاریخ اس کائنات کا پس منظر بھی ہے اور پیش منظر بھی، اسی پر بس نہیں؛ بلکہ اس سے آئندہ کے لیے لائحۂ عمل طے کرنے میں خوب مدد ملتی ہے۔(۵)

بہترین مؤرخ کون؟

بہترین مؤرخ وہ ہوتا ہے جو سالم العقیدہ اور پاک مذہب ہو، جو کچھ لکھے وہ بیانِ واقعہ ہو، نہ کچھ چھپائے، نہ کچھ بڑھائے۔ مؤرخ کے لیے ضروری ہے کہ وہ امانت ودیانت میں ممتاز ہو، ذہین، نکتہ رس، منصف مزاج ہونے کے ساتھ ادیب اور قادرالکلام بھی ہو، سیاسی، مسلکی وابستگی وتعصب سے پاک ہو، امراء وحکام کی خوشنودی اور مادی منافع اور جاہ ومنزلت کی خاطر حقائق کو توڑ مروڑ کر، ضمیر فروشی کا مرتکب نہ ہو، تائیدی اسباب کے مختلف احتمالات میں پہلے سے کسی ایک جانب کو متعین نہ کرے، انصاف کے ساتھ صحیح اور درست سَمت کو اختیار کرے، وغیرہ وغیرہ۔(۶)

شرائطِ مؤرخ

علامہ تاج الدین سبکی رحمہ اللہ ”قاعدة في المؤرخين نافعة جداً“ کے عنوان سے تحریر فرماتے ہیں کہ اہلِ تاریخ بعض دفع کچھ لوگوں کو ان کے مقام ومرتبہ سے گرا کر اور کچھ کو اونچا کر کے پیش کرتے ہیں، یہ یا تو تعصب، یا جہل، یا غیر موثوق راوی کے نقل پر اعتمادِ محض وغیرہ کی وجہ سے ہوتا ہے، شاید ہی کسی تاریخ کو آپ اس سے خالی پائیں گے...اس بارے میں صحیح وصائب رائے ہمارے نزدیک یہ ہے کہ چند شرائط کے بغیر مؤرخین کی نہ مدح قبول کی جائے اور نہ ہی جرح، وہ شرائط یہ ہیں:

(۱) مؤرخ صادق ہو، (۲) روایت باللفظ پر اعتماد کیا ہو نہ کہ روایت بالمعنی پر، (۳) اس کی نقل کردہ روایت مجلسِ مذاکرہ میں سن کر بعد میں لکھی گئی نہ ہو، (۴) جس سے نقل کررہا ہو اس کے نام کی صراحت کرے، (۵) اپنی طرف سے کسی کے حالات بیان نہ کرے، (٦) تراجم میں کثرت نقل کو اختیار نہ کرے، (۷) مترجم لہ کے علمی اور دینی حالات سے پوری طرح واقف ہو، (۸) حسن تعبیر کا مالک ہو اور الفاظ کے مدلولات سے واقف ہو، (۹) حسنِ تصور والا ہو یہاں تک کہ مترجم لہ کے تمام حالات اس کے سامنے ہوں، اس کے بارے میں ایسی عبارت لائے جو نہ اسے اس کے حقیقی مقام سے اونچا کرے اور نہ گرادے، (۱۰) ہوی پرستی کا شکار نہ ہو کہ وہ اس کو اپنی محبوب شخصیت کی مدح میں اطناب اور دیگر کے بارے میں تقصیر پر مجبور کرے، یا تو ہویٰ سے بالکل پاک ہو یا اس میں ایسا عدل ہو جو اس کے ہویٰ کو مغلوب کرکے انصاف پر مجبور کرے۔ (۷)

تاریخِ قرونِ ثلاثہ

اس تمہیدی گفتگو کے بعد ہم اپنے اصل موضوع کی طرف لوٹ آتے ہیں، ہماری تحریر کا مقصد قرون ثلاثہ سے متعلق تاریخ کی تدوین اور دروغ گوراویوں کے کردار اور تاریخ کی تدوین جدید کی ضرورت کے متعلق بحث کرنا ہے، اگرچہ تدوینِ حدیث بھی تاریخ ہی کا ایک حصہ ہے؛ مگر وہ ہمارا موضوعِ بحث نہیں، اس سے متعلق سرسری اشاروں پر اکتفا کریں گے، اسلام میں تاریخ نویسی کی ابتدا تو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ مبارک سے ہوئی کہ صحابہ رضی اللہ عنہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سرایا وغزوات کے حالات نہ صرف اپنے سینوں میں محفوظ رکھتے تھے؛ بلکہ اپنی اولاد کو بھی انھیں یاد کرنے کی ترغیب دیا کرتے تھے؛ لیکن باقاعدہ تمام اخبار و وقائع کو بصورتِ تاریخ مدون کرنے کا کام دوسری صدی ہجری میں بنوعباس کے عہدِ حکومت میں شروع ہوا، ابتدا میں واقعات کو بیان کرنے کے لیے سند کا اہتمام کیا گیا؛ یہاں تک کہ اشعار بھی سند کے ساتھ بیان کیے جاتے تھے: چناں چہ تاریخِ طبری اور کتاب الأغانی اس کا مظہر ہیں؛ لیکن یہ واضح رہے عام اخبار و قائع اور اشعار کے راویوں کی بابت بحث وتمحیص اور تحقیق کے باب میں وہ اہتمام اور شدت نہیں برتی گئی جو روایاتِ حدیث کے متعلق بحث وتمحیص اور تحقیق کے باب میں برتی گئی۔

تدوینِ تاریخ میں کارفرما ایک نفسیاتی ضابطہ

یہ بات تو ہر عام وخاص پر واضح ہے کہ انسانی تاریخ میں جب بھی ایک قوم وقبیلہ یا جماعت وپارٹی کی حکومت واقتدار کو ختم کرکے دوسری مقابل قوم وقبیلہ یا جماعت وپارٹی برسرِ اقتدار آتی ہے تو وہ اپنے پیش روحکمرانوں کی تمام خوبیوں، محاسن، اور تعمیری کاموں کو بھی خامیوں، برائیوں

اورتخریب باور کروانے کے لیے پوری حکومتی مشینری کے ساتھ مل کرایڑی چوٹی کا زور لگاتی ہے، تدوینِ تاریخ اسلامی کے وقت بھی یہ نفسیاتی ضابطہ کارفرما رہا، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے درمیان مصالحت کے بعد سے تقریباً ۱۳۲ہجری تک عالِم اسلام پر بنوامیہ کی حکومت رہی، پھراس کے بعد ۱۳۲ہجری بموافق ۷۴۹ء بنوعباس کے ایک شخص ابوالعباس السفاح نے بنوامیہ کی حکومت ختم کر کے بنوعباس کی حکومت کی داغ بیل ڈالی۔

یہ بات بھی بالکل عیاں ہے کہ بنوعباس اور بنوامیہ میں باہمی مخالفت اس درجہ تھی کہ ایک دوسرے کو برداشت نہیں کرسکتے تھے؛ لہٰذا جب بنوعباس کے دورِ حکومت میں تاریخ کی تدوین شروع ہوئی تو عام طور سے تاریخی وقائع وحوادث کو مرتب کرنے میں اسی نفسیاتی ضابطہ کو پیشِ نظر رکھا گیا؛ بلکہ بعض مؤرخین نے حکومتی ظلم وستم سے بچنے یا حکامِ وقت کی خوشنودی کی خاطر اور اپنی معاشی وتمدنی حالت کو مستحکم کرنے کے لیے مذکورہ بالا طرز ہی اختیار کیا۔

علامہ شبلیؒ کی گواہی

قریبی دور کے ایک مشہور مؤرخ علامہ شبلی نعمانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تصنیف ''الإنتقاد علی التمدن الإسلامي'' میں اسلامی تاریخ کی ابتدائی تدوین کا بہترین جائزہ پیش کیا ہے، چناں چہ لکھتے ہیں: ''اسلامی تاریخ کے مؤرخین عموماً بنوعباس کے عہد میں (پیدا) ہوئے اور یہ بات بھی معلوم ہے کہ عباسیوں کے عہد میں بنوامیہ کی خوبی کی کوئی چیز (بھی) اتفاقاً صادر ہوجاتی تو اس کے قائل کو کئی قسم کی ایذاؤں کا سامنا کرنا پڑتا اور ہتکِ عزت کے علاوہ ناموافق انجام سے بھی دوچار ہونا پڑتا تھا، دفترِ تاریخ میں اس قسم کی کئی مثالیں موجود ہیں''۔(۸)

راویوں کا نظریاتی کردار

اس کے علاوہ تاریخی واقعات کو نقل کرنے والے راویوں کے نظریات اور مذہبی رجحانات نے بھی ان واقعات کو بیان کرنے اور اس کے لیے اختیار کی جانے والی تعبیر میں مرکزی کردار ادا کیا، خصوصاً جب انھیں روایت بالمعنی کی عام اجازت بھی حاصل تھی؛ چناں چہ بہت سارے گمراہ عقائد وافکار کے حامل راویوں نے قرونِ ثلاثہ سے متعلق واقعات کو اپنے مذہبی رجحانات ونظریاتی افکار کے تحت حقائق کو نظرانداز کرکے اس طرح بیان کیا کہ اس سے حضراتِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وتابعین کے بارے میں بہت سارے مطاعن پیدا کیے گئے۔

دروغ گو راویوں کے ظہور کے اسباب واہداف

قارئین کرام! اگر آپ قرون ثلاثہ کی تاریخ کا باریک بینی سے جائزہ لیں گے تو تدوین کے

اس زمانہ میں جھوٹ کے ظاہر ہونے کے اسباب واہداف میں تداخل پائیں گے، بسااوقات ایک ہی واقعہ میں سبب اور ہدف دونوں پائے جائیں گے، اگر آپ نفس واقعہ کی طرف دیکھیں گے تو آپ کو اس کا سبب نظر آئے گا؛ لیکن اسی واقعہ پر نتیجہ کے اعتبار سے غور کیا جائے تو اس کی ایک غرض بھی سامنے آئے گی۔ غرض دروغ گوئی کے بعض ایسے بنیادی اور واضح اسباب ہیں، جن کی وجہ سے قرونِ ثلاثہ کے دوران عام طور سے اور تدوین تاریخ کے وقت خاص طور سے دروغ گوئی نے جڑ پکڑلی تھی۔

دروغ گوئی کے اہم اور بنیادی اسباب

ویسے تو دروغ گوئی کے اسباب کثیر تعداد میں ہیں، ہم یہاں صرف چند اہم اور بنیادی اسباب کے ذکر پر اکتفا کریں گے۔

۱- سیاسی اختلافات ۲- فکری اور مذہبی گمراہی وبے اعتدالی۔

۳- باطنی امراض (کفر ونفاق اور زندقہ)

سیاسی اختلافات

بنیادی طور پر سیاسی اختلافات ہی وہ اہم سبب ہے جس نے امتِ مسلمہ کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے باہم مقابل فرقوں میں بانٹ کر ایک دوسرے کے خون کا پیاسا بنا دیا، سیاسی اختلافات کی ابتدا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت کے آخری ایام میں ہوئی جس کا سلسلہ بعد کے زمانوں میں مختلف صورت میں جاری رہا۔

فکری اور مذہبی گمراہی

فکری اور مذہبی گمراہی نے اسی سیاسی فتنہ کے بطن سے جنم لیا، اس اندھے سیاسی فتنہ نے فکری اور مذہبی انحراف کو مزید گہرا کر کے نہ صرف اسے بنیاد فراہم کیا؛ بلکہ اس کا دفاع کر کے اسے ایک مقدس، شرعی و مذہبی رنگ دے دیا، جیسا کہ صراطِ مستقیم سے انحراف کرنے والے، اسلام کی طرف منسوب بہت سارے گمراہ فرقے خوارج و روافض وغیرہ کا حال یہی ہے کہ دونوں نے سیاسی فتنہ کے بطن سے جنم لے کر اسی کی گود میں پرورش پائی اور اس کی تائید سے صراط مستقیم سے منحرف ان فرقوں نے ایک مقدس مذہبی رنگ کا لبادہ اوڑھ لیا، جن کی قداست کے پسِ پردہ امت مسلمہ کو گزشتہ تیرہ صدیوں سے لہولہان کیا جارہا ہے۔

امراض باطنی

باقی رہی بات امراض باطنی کی، جیسا کہ کفر، نفاق، زندقہ، حسد، کینہ، دنیا کی محبت وحرص

وغیرہ یہ وہ اسباب ہیں جنھوں نے بہت سارے لوگوں کو دروغ گوئی، اس میں مہارت وامتیاز حاصل کرنے پر ابھارا اور مجبور کیا، پھر اس کے برے اور زہریلے اثرات میں مزید اضافہ اس وقت ہوا جب ان امراض باطنی اور سیاسی و مذہبی اختلافات میں امتزاج ہوا۔

غرض یہی وہ مرکزی اور گہرے و بنیادی اسباب تھے جنھوں نے ان دروغ گو راویوں کے لیے زمین ہموار کی اور فضا وماحول کو سازگار بنایا جس کی وجہ سے وہ نہ صرف جھوٹ و دروغ گوئی کی طرف متوجہ ہوئے؛ بلکہ اس میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی سعی نامسعود کی؛ تاکہ اپنے زعمِ باطل کے مطابق اس دروغ گوئی کے سہارے اپنے مذہب کی خدمت، مصالح کے حصول اور شہوات کی تکمیل کرسکیں۔

مخصوص فکری و مذہبی فرقہ کی تائید ونصرت

دروغ گوئی وکذب کے ظاہر ہونے کے اسباب میں ایک سبب صراط مستقیم سے منحرف رہنے والے مخصوص فکری و مذہبی فرقہ کی تائید و نصرت بھی ہے، علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ دروغ گو اور کذّاب احمد بن عبداللہ جویباری فرقہ کرامیہ کی نصرت و دفاع کی خاطر محمد بن کرام کے لیے احادیث گھڑا کرتا تھا اور محمد بن کرام انھیں اپنی کتابوں میں ذکر کرتا تھا۔(۹) اس طرح دروغ گو و کذّاب قاضی محمد بن عثمان نصیبی روافض کی تائید ونصرت کی خاطر احادیث گھڑا کرتا تھا، اور ابوجارود بن منذر کوفی مثالبِ صحابہ میں احادیث وضع کیا کرتا تھا، عبدالرحمٰن بن خراشی شیعی کا بھی یہی وطیرہ تھا، اس نے حضرات شیخین رضی اللہ عنہم کے مزعومہ مثالب میں دو رسالے تحریر کرکے روافض کے ایک بڑے پیشوا کی خدمت میں پیش کیا تو اس نے اسے دو ہزار درھم انعام میں دیے۔(۱۰)

قارئین کرام! غور فرمائیں کہ مذکورہ بالا تینوں افراد کا ہدف ومقصد وضعِ حدیث سے صرف اپنے مخصوص فرقہ کے فکری واعتقادی افکار کی تائید کے علاوہ کچھ نہیں، یہ لوگ انبیاء کرام کے بعد بالاتفاق خیر البشر وافضل البشر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے خلاف زبان درازی اور دلی کینہ کے اظہار کی غرض سے دروغ گوئی کیا کرتے تھے، روافض نے اہل بیت وحضرت علی رضی اللہ عنہ پر تین ہزار کے قریب جعلی احادیث وضع کی ہیں۔(۱۱)

ترغیب وترہیب

دروغ گوئی کے اہداف میں ایک ہدف لوگوں کو دین کی ترغیب دینا اور ان کے دلوں کو نرم کرنا اور اپنے مزعومہ نظریہ کے مطابق لوگوں کو اجر کی امید دلانا اور گناہ سے روکنے کے لیے ترہیب بھی تھا، جیسا کہ بعض جہل گزیدہ نام نہاد صوفیوں نے اس قبیح فعل کا ارتکاب کیا۔

مادی ومعاشی فوائد کا حصول

دروغ گوئی کے مرکزی اہداف واسباب میں ایک بڑا اور بنیادی سبب جاہل عوام کو اپنی طرف مائل کرکے ان سے مادی ومعاشی فوائد حاصل کرکے اپنی خواہشات کو پورا کرنا بھی تھا، یہ طرزِعمل مخصوص گمراہ فرقوں کے علاوہ قصہ گو اور واعظ قسم کے لوگوں نے بھی اختیار کیا تھا، یہ لوگوں کو جھوٹی روایات، عجیب وغریب اور محیرالعقول قسم کی باتیں گھڑ کر سنایا کرتے؛ تاکہ لوگ ان سے متأثر ہوکر ان کی مادی ومعاشی ضروریات کی تکمیل میں معاونت کریں۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے میں لکھا ہے کہ ابراہیم بن فضل اصفہانی (المتوفی ۵۳۰ھ) اصفہان کے بازار میں کھڑے ہوکر اسی وقت اپنی طرف سے احادیث گھڑ کر لوگوں کو سنایا کرتا تھا اور ان روایاتِ کاذبہ کے ساتھ صحیح روایات کی اسانید کو جوڑا کرتا تھا۔(۱۲)

شخصی یا گروہی مفادات

جھوٹ میں منافست کا ایک سبب اپنے شخصی یا گروہی مفاد کے لیے بعض برگزیدہ اور بڑے لوگوں کی مدح یا مذمت میں احادیث وضع کرنا بھی تھا، جیسا کہ روافض کا یہ عمومی حال تھا، علامہ ذہبیؒ نے امام مازریؒ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ نعیم بن حماد امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مثالب میں جھوٹی روایات وضع کیا کرتا تھا،(۱۳) علامہ ذہبیؒ ہی نے لکھا ہے کہ احمد بن عبداللہ جویباری نے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی مدح میں ایک حدیث وضع کی تھی۔(۱۴) ان تمام اسباب واہداف میں غور وفکر سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ کذب ودروغ گوئی کے پھلنے اور پھولنے کی بنیاد تو ان دروغ گو راویوں کے باطنی امراض کے سبب وجود پذیر ہوئی؛ لیکن سیاسی، گروہی اور مادی ومعاشی عوامل نے اس کی گہرائی ونشاط میں اضافہ کرکے اسے مزید سہ آتشہ بنایا۔

تاریخ اسلامی پر جھوٹ کے برے اثرات

دروغ گو راویوں کے اس مخصوص مکتبۂ فکر نے ہماری پوری تاریخِ اسلامی پر عام طور سے اور قرونِ ثلاثہ پر خاص طور سے بہت سے زہریلے اور بُرے اثرات چھوڑے، مقامِ فکر یہ ہے کہ ان دروغ گو اور کذّاب (اور متہم بالکذب) لوگوں کی روایات ہماری تاریخ، ادب اور دینی تصانیف میں سرایت کرگئیں، اور ان کے ایک بڑے اور معتد بہ حصہ کو اپنے جھوٹ سے فاسد کرڈالا، جس کے نتیجہ میں ثقہ روایات کے ساتھ اباطیل، خرافات ومتناقضات، ان کتابوں میں شامل ہوگئیں۔

تاریخِ طبری کا ایک سرسری جائزہ

جن حقائق کا ہم نے گزشتہ سطور میں تذکرہ کیا، ان کا ہماری اسلامی تاریخ سے کتنا تعلق ہے

اور اس کے کیا برے اثرات مرتب ہوئے، ان کا ایک سرسری جائزہ لینے کی غرض سے ہم نے کتبِ تاریخ میں سے علامہ ابن جریر بن یزید طبری (المتوفی: ۳۱۰ھ) کی مشہور و معروف تصنیف ''تاریخ الأمم والملوک المعروف بتاریخ الطبری'' کا بطور نمونہ کے انتخاب کیا ہے، تاریخِ طبری ہماری عہدِ اسلامی کی تاریخ کا اہم مصدر ہونے کے علاوہ قرونِ ثلاثہ کے حوالہ سے سب سے اہم، کثیر المعلومات اور مستند کہی جانے والی کتاب ہے؛ اس لیے طبری اور ان کی کتاب کا مختصر سا تعارف پیش کرنے کے بعد ہم اپنے اصل موضوع پر گفتگو کریں گے؛ تاکہ قاری پر یہ بات واضح ہو جائے کہ علامہ طبری خود تو ثقہ ہیں؛ لیکن ان کی کتاب رطب و یابس کا مجموعہ ہے۔

ابن جریر طبری کا مختصر تعارف

نام: محمد، ولدیت: جریر، دادا کا نام: یزید اور کنیت: ابو جعفر ہے، پیدائش طبرستان میں ہوئی، اس کی نسبت سے ''طبری'' کہلاتے ہیں۔ سنہ ولادت میں دو قول ہیں: (۱) ۲۲۴ھ کے اخر میں، (۲) ۲۲۵ھ کے اول میں۔ ابن جریرؒ خود اپنے ابتدائی حالاتِ زندگی بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ میں نے سات سال کی عمر میں قرآن کریم حفظ یاد کرلیا، آٹھ سال کی عمر میں لوگوں کو نمازیں پڑھانا شروع کردیں اور نو سال کی عمر میں حدیث لکھنا شروع کردیا تھا۔ ابن جریر طبری نے علوم و فنون کی تکمیل کے لیے مختلف علماء اور علاقوں کی طرف اسفار کیے۔ عراق میں ابو مقاتل سے فقہ پڑھی، احمد بن حماد دولابی سے کتاب ''المبتدا'' لکھی، مغازی محمد بن اسحاق بواسطہ سلمہ بن فضل حاصل کیے اور اسی پر اپنی تاریخ کی بنیاد رکھی۔ کوفہ میں ھناد بن سری اور موسی بن اسماعیل سے حدیث لکھی، سلیمان بن خلاد طلحی سے قرآت کا علم حاصل کیا پھر وہاں سے بغداد لوٹ آئے، احمد بن یوسف تغلبی کی صحبت میں رہے اور اس کے بعد فقہِ شافعی کی تحصیل کی طرف متوجہ ہوئے اور اسی کو اپنا مسلک ٹھہرا کر کئی سال تک اس کے مطابق فتویٰ دیتے رہے، بیروت میں عباس بن ولید بیروتی سے شامیوں کی روایت میں قرآت و تلاوت مکمل کی۔

مصر میں بھی ایک طویل دور تک قیام پذیر رہے، اسی اثنا میں شام چلے گئے پھر لوٹ آئے اور امام مزنی اور عبدالحکم کے صاحبزادوں سے فقہ شافعی کا علم حاصل کیا اور ابن وھب کے شاگردوں سے فقہ مالکی کی تحصیل کی۔ غرض علامہ طبری نے حدیث، تفسیر، قرآت، فقہ، تاریخ، شعر و شاعری اور تمام متداول علوم و فنون میں مہارت حاصل کرلی تھی۔ مختلف عنوانات پر ۲۶ کے قریب کتابیں تصنیف کیں، ان میں تفسیر طبری کے علاوہ تاریخ طبری بہت زیادہ مشہور و معروف ہے۔(۱۵)

تاریخ طبری کا مختصر تعارف

اس کتاب کا نام "تاريخ الرسل والملوك" یا "تاريخ الأمم و الملوك" ہے؛ البتہ ''تاریخ طبری'' کے نام سے عوام وخواص میں مشہور ہے۔ علامہ طبری کی یہ تصنیف عربی تصانیف میں مکمل اور جامع تصنیف شمار کی جاتی ہے، یہ کتاب ان سے پہلے کے مؤرخین یعقوبی، بلاذری، واقدی، ابن سعد وغیرہ کے مقابلہ میں اکمل اور ان کے بعد کے مؤرخین، مسعودی، ابن مسکویہ، ابن اثیر اور ابن خلدون وغیرہ کے لیے ایک رہنما تصنیف بنی۔ معجم الادباء میں یاقوت حموی نے لکھا ہے کہ ابن جریر نے اپنی اس تالیف میں ۳۰۲ھ کے آخر تک کے واقعات کو بیان کیا اور بروز بدھ ۲۷ ربیع الاول ۳۰۳ھ میں اس کی تکمیل کی۔ (۱۶)

طرزِ نگارش

ابن جریر نے اپنی تاریخ کی ابتدا حدوثِ زمانہ کے ذکر، اول تخلیق یعنی قلم و دیگر مخلوقات کے تذکرہ سے کی، پھر اس کے بعد آدم علیہ السلام اور دیگر انبیاء ورسل کے اخبار وحالات کو تورات میں انبیاء کی مذکورہ ترتیب کے مطابق بیان کیا؛ یہاں تک کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت تک تمام اقوام اور ان کے واقعات کو بھی بیان کیا ہے۔ اسلامی تاریخ کے حوادث کو ہجرت کے سال سے لے کر ۳۰۲ھ تک مرتب کیا اور ہر سال کے مشہور واقعات وحوادث کو بیان کیا۔ اس کے علاوہ اس کتاب میں حدیث، تفسیر، لغت، ادب، سیرت، مغازی، واقعات وشخصیات، اشعار، خطبات اور معاہدات وغیرہ کو خوبصورت اسلوب میں مناسب ترتیب کے ساتھ ہر روایت کو اس کے راوی اور قائل کی طرف (بغیر نقد وتحقیق کے) منسوب کیا کہ اس کو کتاب اور فصول کے عنوان سے تقسیم کرکے ان کو علماء کے اقوال سے مزین کیا ہے۔

مصادرِ تصنیف

طبری نے اپنی اس تصنیف کے لیے جن مصادر کا انتخاب کیا وہ یہ ہیں: (۱) تفسیر مجاہد اور عکرمہ وغیرہ سے نقل کی، (۲) سیرت ابان بن عثمان، عروہ بن زبیر، شرجیل بن سعد، موسیٰ بن عقبہ اور ابن اسحاق سے نقل کی، (۳) ارتداد اور فتوحاتِ بلاد کے واقعات سیف بن عمر اسدی سے نقل کیے، (۴) جنگ جمل اور صفین کے واقعات ابومخنف اور مدائنی سے نقل کیے، (۵) بنوامیہ کی تاریخ عوانہ بن حکم سے نقل کی، (۶) بنوعباس کے حالات احمد بن ابوخیثمہ کی کتابوں سے لکھے، (۷) اسلام سے قبل عربوں کے حلات عبید بن شریۃ الجرہمی، محمد بن کعب قرظی اور وھب بن منبہ سے لیے، (۸) اہل فارس کے حالات فارسی کتابوں کے عربی ترجموں سے لیے، (۹) پوری کتاب

میں مصنف کا اسلوب یہ ہے کہ واقعات وحوادث اور روایات کو ان کی اسناد کے ساتھ بغیر کسی کلام کے ذکر کرتے چلے گئے ہیں،(۱۰) جن کتابوں اور موٴلفین سے استفادہ کیا ہے تو جگہ جگہ ان کے ناموں کی صراحت کی ہے،(۱۱) تاریخِ طبری کے بہت سارے تکملات لکھے گئے اور کئی لوگوں نے اس کا اختصار بھی کیا اور خود طبری نے سب سے پہلے اس کا ذیل لکھا، بعض حضرات نے اس کا فارسی میں ترجمہ کیا، پھر فارسی سے ترکی زبان میں بھی ترجمہ کیا گیا۔(۱۷) (باقی اگلے ماہ)

❁ ❁ ❁

حواشی وحوالہ جات

(۱) القاموس المحيط للفيروز آبادی،فصل الهمزة:۱/۳۱۷، المحكم والمحيط الأعظم لا بن سيدة ، فصل الخاء واللام والهمزه: ۵/۲۳۸،دار الكتب العلمية، المعجم الوسيط باب الهمزة: ۱/۱۳،دار النشر، تاج العروس،أرخ: ۷/۲۲۵،دار الهداية، لسان العرب،أرخ:۳/٤،دار صادر

(۲) الصحاح : ۱/٤٤۰ ، مختار الصحاح ، باب الألف :۱/۱۳،مكتبة لبنان ناشرون

(۳) القاموس المحيط للفيروزآبادي، فصل الهمزة:۱/۳۱۸، المحكم والمحيط: ۵/۲۳۸، المغرب ، الهمزة مع الراء ۱ : ۳۵ ،مكتبة أسامة بن زيد حلب ،لسان العرب : ۳/٤ ، الصحاح :۱/٤٤۰

(۴) تفصیل کے لیے دیکھئے:الشماريخ في علم التاريخ للسيوطي: ۱/۱۰۔۱٤،الدار السلفية كويت ، تاريخ ابن خلدون : ۱/۳، ۹،۳۵ ، تاريخ الإسلام للذهبي: ۱/۱۲،دار الكتاب العربي ، تاريخ الطبري: ۱/۱۲، دار الكتب العلمية

(۵) الكامل في التاريخ : ۱/۹،دار الكتب العلمية ،الشماريخ في علم التاريخ للسيوطي : ۱/۱٤

(۶) تفصیل کے لیے دیکھیے :تاریخ اسلام،مولانا اکبر شاہ نجیب آبادی:۱/۲۳،۲۴۔مکتبۃ العلم کراچی

(۷) طبقات الشافعية :۱/۱۹۷،۱۹۸ ،دار المعرفة، بيروت

(۸) بحوالہ سیرت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ:۲/۱۲،دار الکتاب لاہور

(۹) ميزان الاعتدال : ۱/۲٤۵،دار لكتب العلمية

(۱۰) تفصیل کے لیے دیکھیے: الضعفاء لابن الجوزاي: ۳/۸٤، ٤/۳۶۵،دار لكتب العلمية،لسان الميزان : ۳/٤٤٤

(۱۱) ميزان الاعتدال: ۲/۱۷۱

(۱۲) لسان الميزان :۱/۱۳،مؤسسة الأعلمي بيروت

(۱۳) ميزان الاعتدال :۷/٤٤

(۱۴) ميزان الاعتدال : ۲٤۵۱

(۱۵) طبقات الشافعية الكبرىٰ للسبكي: ۲/۱۳۵.۱۳۸،تذكرة الحفاظ : ۲/۷۱۰۔۷۱۶،دار الصميعي، ميزان الاعتدال :۳/٤۹۸،٤۹۹،لسان الميزان :۵/۱۰۰،۱۰۳،وفيات الأعيان لابن خلكان: ٤/۱۹۱، دار صادر، الأعلام للزركلي: ۶/۶۹ ،دار العلم للملايين

(۱۶) معجم الأدباء: ۶/۵۱۶ ،مؤسسة المعارف

(۱۷) مقدمة ملحقة في بداية تاريخ الطبري، ص۷،۸،دار الكتب العلمية